© rasailojaraid.com

المقادیر فی الشریعہ الاسلامیہ

(مسئلہ تقدیر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں)

علامہ اصغر علی روحی

واضح ہو کہ مسئلہ قضاوقدر نہایت دقیق اور وسیع مسئلہ ہے۔ چونکہ موجودہ زمانہ میں اکثر لوگ مادی فلسفہ کے مطالعہ سے نیچریت یا دہریت کے دام میں آ کر ایمان حقیقی کی شاہراہ سے کوسوں دور جا پڑتے ہیں اور چونکہ یہ مسئلہ تمام اصول وفروع شریعت کے لئے بمنزلہ اساس کے ہے اس لئے اگر کسی شخص کو قضاوقدر پر ایمان نہیں تو یقیناً وہ محض برائے نام اسلامی جماعت میں شمار ہوتا ہے ورنہ درحقیقت اسے اسلام واہل اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔ ربنا لاتزغ قلوبنا.....(آمین)

ذیل میں مقادیر خمسہ کی تشریح کی جاتی ہے جن کا اسلامی شریعت میں مفصلاً ذکر آ چکا ہے۔ چونکہ ایسے ضروری مسائل سے ہر ایک مسلمان کا تکمیل ایمان کے لئے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اس لئے ہمیں اس امر کی اشد ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ناظرین کو ان مسائل کی حقیقت سے بے خبر نہ رہنے دیا جائے مگر چونکہ ہر ایک شخص خود بخود ان کا استنباط نہیں کر سکتا اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اہل اسلام میں ان کی اشاعت کریں۔

التقدیر الاول

تقدیر اول سے اللہ تعالیٰ کا اشیائے کائنات کو قبل از خلق السموات والارض ایک خاص اندازہ پر رکھنا مراد ہے۔ ایک حدیث میں جو صحیح مسلم میں بروایت عبداللہ بن عمرو ابن العاصؓ مروی ہے یوں وارد ہوا ہے ''کتب اللہ مقادیر الخلائق قبل ان یخلق السموات والارض بخمسین الف سنة وعرشہ علی الماء،،۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی ہر ایک چیز کا اندازہ باندھ دیا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ اور یہ کتابت اس ساعت میں واقع ہوئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے چنانچہ ایک حدیث میں جو مسند امام احمد رحمہ اللہ میں بروایت عبادہؓ بن صامت مروی ہے یوں وارد ہوا ہے ''قال دخلت علی عبادة وھو مریض التخایل فیہ الموت فقلت یاابتاہ اوصنی واجتھد لی فقال اجلسونی فلما اجلسوہ قال یابنی انک لن تجد طعم الایمان ولن تبلغ حق حقیقة العلم باللہ تبارک وتعالی حتی تومن بالقدر خیرہ وشرہ قلت یاابتاہ وکیف لی ان اعلم ماخیر القدر وشرہ ،قال تعلم ان ماخطاک لم یکن لیصیبک وما اصابک لم یکن لیخطئک

☆انت تحمل فی نفسک قناطیر النعم،وکنوز الخیرات التی وھبک ایاھا.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یابنی انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول ماخلق اللہ تعالی القلم ثم قال اکتب..... فجری فی تلک الساعۃ بماھو کائن الی یوم القیامۃ یابنی ان مت ولست علی ذلک دخلت النار،، ۔یعنی میں عبادہ (اپنے باپ) کے پاس گیا اور وہ مرض الموت میں پڑے تھے میں نے کہا کہ اے مہربان باپ مجھے کچھ وصیت فرمایئے کہنے لگے کہ ذرا مجھے اٹھا کر بٹھلا دو جب اٹھا کر بٹھلا دیئے گئے تو فرمایا کہ بیٹا تجھے ایمان کی حلاوت اور کما حقہ علم معرفت ذات باری حاصل نہیں ہونگے جب تک تو تقدیر الٰہی کے خیر وشر پر ایمان نہیں لائے گا۔ میں نے کہا کہ اے باپ مجھے تقدیر کے خیر وشر کا کیونکر علم ہو؟ فرمایا کہ جو چیز تجھ سے ٹل جائے اس کی نسبت تجھے یقین ہو کہ تقدیر ہی میں اس کا ٹل جانا لکھا تھا اور جو چیز تجھ پر وارد ہو اس کی نسبت تجھے یقین ہو کہ اس کا نہ ملنا تقدیر الٰہی میں مقدر تھا۔ بیٹا! میں نے پیغمبر علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا تھا کہ پہلے پہل اللہ تعالی نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ لکھ بولا خدایا! کیا لکھوں؟ حکم ہوا کہ ہر ایک امر جو قیامت تک ہونے والا ہے لکھ۔ بیٹا! تجھے اس تقدیر الٰہی پر اگر ایمان نہیں ہوگا تو جہنم میں جائے گا۔

اس حدیث میں صاف طور پر تقدیر خداوند جل وعلا کی نسبت ارشاد فرمایا کہ قبل از وجود کائنات اللہ تعالی نے تمام امور کو جو ابتدائے آفرینش سے قیامت تک واقع ہونگے اپنی حکمت کاملہ اور قدرت بالغہ سے لکھ دیا تھا اور محدث ترمذی نے اسی مضمون کی حدیث ذیل کو روایت کیا ہے اور اس کو حدیث حسن صحیح لکھا ہے۔

''عن عبداللہ بن عباسؓ قال کنت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوماً فقال لی یاغلام انی اعلمک کلمات احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک اذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الا مۃ لو اجتمعت علی ان ینفعک بشئی لم ینفعوک الا بشئی قد کتبہ اللہ علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف ،،۔

یعنی عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھا آپ نے فرمایا اولڑکے! میں تجھے کچھ باتیں سکھلانا چاہتا ہوں اللہ تعالی (کے احکام کی) حفاظت کر وہ تیری حفاظت کریگا تو اس کی شریعت کی عزت کر تو اسے اپنے سامنے پائیگا۔ جب تو سوال کرے تو اللہ تعالی ہی سے کر اور جب تو مدد طلب کرے تو اسی سے مدد طلب کر اور اس بات کا یقین کر لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہیں تو وہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالی نے تیرے لئے لکھ دیا ہے اور اگر سارے جمع ہو کر تجھے کچھ ضرر پہنچانا چاہیں تو وہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالی نے مقدر کر رکھا ہے (تمہارے وجود سے پہلے) قلم خداوندی لکھنے سے فارغ ہو چکا ہے اور دفاتر (رجسٹر) لکھے جا چکے اور خشک ہو چکے ہیں (یعنی جو کچھ ہونا تھا پہلے ہی سے ہو چکا ہے)۔ اور بخاری میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ''یااباھریرۃ جف القلم بماانت لاق ،،۔یعنی اے ابوہریرہ جو تیرے پیش آنے والا ہے اس پر ازل میں قلم خداوندی لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

درحقیقت مذکورہ بالا مضمون کی تصدیق میں آیہ ''ماصابک من مصیبۃ فی الارض ولافی انفسکم الافی کتاب من قبل ان نبراھا ،،موجود ہے اور یہی آیت احادیث مسطورہ بالا کا ماخذ ہے۔اس آیہ شریفہ میں جو مسئلہ تقدیر کے حل کرنے میں اصل اصول ہے علماء نے اختلاف کیا ہے کہ لفظ نبراھا میں ضمیر ھا کا مرجع کیا ہے۔غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ مصیبۃ۔ارض۔نفس علیحدہ علیحدہ تینوں مرجع ہو سکتے ہیں مگر محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ تینوں کا مجموعہ اس ضمیر کا مرجع ہے۔آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ زمین میں اور تمہارے نفسوں میں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی جو ان چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں ثبت نہ ہو چکی ہو۔حسن رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں ''واللہ ان اللہ لیقضی القضیۃ فی السماء ثم یضرب لھا اجلاً انہ کائن فی یوم کذاو کذافی ساعۃ کذاو کذافی الخامۃ او العامۃ حتی ان الرجل لیاخذا لعصامایاخذ ھاالابقضاء وقدرہ قال یااباسعیدواللہ لقد اخذتھاوافی عنھا لغنی ثم لا صبرلی عنھا قال الحسن اولاتری ،،

یعنی بخدا اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی امر کا فیصلہ کر کے اس کے لئے ایک مہلت اور روز وقوع اور ساعت وقوع معین کر دیتا ہے وہ امر عام لوگوں سے متعلق ہو یا کسی خاص شخص سے حتیٰ کہ آدمی اپنی چھڑی کو بھی محض حکم آسمانی (الٰہی) کے مطابق ہاتھ میں لیتا ہے۔راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے ابوسعید بخدا کہ میں چھڑی ہاتھ میں لیتا ہوں حالانکہ مجھے اس کی کچھ ضرورت بھی نہیں ہوتی مگر پھر بھی مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا انہوں نے فرمایا کہ اس سے کیا تجھے حکم تقدیر الٰہی کا یقین نہیں ہو سکتا؟

اور حدیث ذیل مذکورہ بالا تشریح کو اور بھی تقویت دیتی ہے ''ان اللہ عزوجل خلق خلقہ فی ظلمۃثم القی علیھم من نورہ فمن اصابہ من نورہ یومئذ اھتدی ومن اخطاہ ضل فلذلک اقول جف القلم علی علم اللہ ،،یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی خلقت کو ظلمت میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا سو جس شخص پر اس دن وہ نور پہنچ گیا وہ تو ہدایت یافتہ ہو گیا اور جو اس نور سے علیحدہ رہا وہ گمراہ ۔اسی وجہ سے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی پر قلم الٰہی خشک ہو گیا (جو ہونا تھا ہو چکا)۔

تقدیر ثانی

تقدیر اول قبل از خلق السموات والارض اور تقدیر ثانی بعد از خلق مگر افراد عباد کے پیدا ہونے سے پہلے۔چنانچہ ترمذی میں بروایت ابوعبدالرحمٰن سلمی عن علی ابن ابی طالبؓ مروی ہے ''بینمانحن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھوینکت فی الارض اذ رفع راسہ الی السماء ثم قال مامنکم من

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احدالاقدعلم قال وکیع الاقد کتب مقعده من النار او مقعده من الجنة قالو افلانتکل یارسول الله قال الااعملو ا افکل میسر لما خلق له،،۔یعنی ہم جناب پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ تھے اور ایک کریدنی سے آپ زمین کو کرید تے تھے کہ یکا یک آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر فرمایا کہ کوئی تم میں سے ایسا نہیں کہ جس کا ٹھکانا جہنم یا جنت میں (پہلے سے) معین نہ ہو چکا ہو۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا (اس صورت میں) ہم اللہ تعالی پر بھروسہ نہ کرلیں آپ نے فرمایا نہیں تم عمل کئے جاؤ کیونکہ ہر ایک شخص کو اس امر کے بجالانے میں آسانی دی گئی ہے جو اللہ تعالی نے اس کے لئے مقدر کر دیا ہے۔اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث بروایت عمران بن حصین مروی ہے''قیل یارسول الله أعلم اهل الجنة من اهل النارفقال نعم قیل ففیم یعمل العاملون قال کل میسر لما خلق له،،۔یعنی حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کیا اہل جنت اہل نار سے علیحدہ ہو چکے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔عرض کیا گیا کہ عمل کرنے والے کس امر کی بابت عمل کر رہے ہیں (یعنی یہ معاملہ طے ہو چکا ہے تو اب عمل کرنے سے کیا فائدہ؟) آپ نے فرمایا کہ ہر ایک شخص اس امر کے لئے جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے آسانی دیا گیا ہے۔اور صحیح حاکم میں بروایت ابی ابن کعب.....آیت.....واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم،،مروی ہے کہ اللہ تعالی نے اولاد آدم کو اس دن جمع کر کے جفت جفت بنادیا اور ان کو قوت گویائی دی چنانچہ ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا اور الست بربکم سے ان سے عہد لیا جس پر انہوں نے..... بلی!.....کہا یعنی تو ہمارا پروردگار ہے اور ہم تیرے مطیع فرماں بردار بندے ہیں تب اللہ تعالی نے کہا کہ اے بنی آدم میں تمہارے اس اقرار پر زمین اور آسمان کو اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو گواہ مقرر کرتا ہوں تا کہ تم لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہمیں تیری ربوبیت کا علم نہیں تھا یا ہم اس امر سے غافل پڑے رہے۔سو تمہیں میرے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا ہوگی اور کسی غیر کو میرے ساتھ شریک نہ کرنا ہوگا۔میں تمہاری ہدایت کے لئے تمہاری طرف پیغمبر بھیجوں گا جو تمہیں میرا اس وقت کا عہد یاد دلا کر تمہیں میری عبادت کی طرف متوجہ کیا کریں گے اور میں اپنی شریعت اور کتابیں تمہارے لئے نازل کروں گا۔اللہ تعالی کے اس عہد کے لے چکنے پر حضرت ابوالبشر کو ان کی اولاد دکھلائی گئی آپ نے اپنی اولاد کو مختلف حالات اور وضع میں دیکھ کر عرض کیا کہ خدایا اگر تو ان سب کو یکساں بنادیتا تو کیا اچھا ہوتا۔اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں یہ جانتا ہوں کہ بندے میرے شکر گذار ہوں (اگر سب کے حالات یکساں ہوتے تو عبودیت کا اظہار نہ ہوتا اس لئے میری حکمت کاملہ اس اختلاف کی مقتضی ہے) انہیں لوگوں میں آدم علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ چراغ کی طرح روشن تھے۔

اور بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ، آیہ''واذ ا خذ ربک .....الخ کے ذیل میں فرماتے ہیں''ان

☆اعلم انک لست الوحید فی البلاء ،فما سلم من الهم احد،ومانجامن الشدة بشر.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ اخذ علی آدم انہ ربھم و کتب رزقہ واجلہ ومصیباتہ ثم اخرج من ظھرہ ولدہ کھیئۃ الذر فاخذ علیھم المیثاق انہ ربھم و کتب رزقھم واجلھم ومصیباتھم ،،یعنی اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام سے اپنی ربوبیت کا اقرار لے کر اس کی روزی اور مدت عمر اور مصائب وغیرہ کا اندازہ معین کر دیا پھر اس کی پیٹھ سے چیونٹیوں کی طرح اولاد کو نکالا اور ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لے کر ان کی روزی اور مدت عمر اور مصیبتوں کا اندازہ باندھ دیا۔

مسطورہ بالا آیت شریفہ کے ذیل میں بروایت عبداللہ بن مسعودؓ یوں مروی ہے کہ جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکالا تو آپ کی پشت کے داہنے پہلو پر ہاتھ پھیرا اور اولادِ آدم کو جو سفید موتیوں کی طرح چیونٹیوں کی شکل میں تھے نکالا اور انہیں کہا کہ تم میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ.....اسی طرح پھر بائیں پہلو پر ہاتھ پھیر کر سیاہ رنگ کی چیونٹیوں کی شکل میں اولادِ آدم کو باہر نکالا اور انہیں کہا کہ تم جہنم میں داخل ہو جاؤ (جبکہ میں بے نیاز ہوں اور مجھے کچھ پرواہ نہیں)۔یہی وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن شریف میں اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال کہا گیا ہے۔پھر اللہ تعالی نے ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا بعض نے بخوشی اور بعض نے بکراہت اس کی ربوبیت کا اقرار کیا۔تب اللہ تعالی اور اس کے ملائکہ نے کہا کہ ہم اس امر کے (تمہارے اس عہد واقرار کے) شاہد ہیں۔کہیں تم قیامت کو یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو شرک نہ کرتے ہم نے اپنے آباء واجداد کی تقلید کر کے ایسا کیا۔یہی وجہ ہے کہ اولاد آدم میں بعض تو خالص توحید کے مالک ہیں اور اکثر لوگ اپنے آباء واجداد کی تقلید میں گرفتار ہیں اور مشرک ہیں۔

اسی تفسیر کی تائید آیہ ''ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً ،، سے بھی ہوتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسی ذات مقدس کے آگے تمام مخلوقات زمین وآسمان مطیع ہے خواہ بخوشی خاطر خواہ بکراہتِ خاطر۔سو بخوشی خاطر تو اہل ایمان ہیں اور بکراہتِ خاطر اہل شرک۔اور آیت فللہ الحجۃ البالغۃ فلو شاء لھدا کم اجمعین ،،کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالی روزِ میثاق (عہد) میں تمہیں ہدایت یافتہ بنانا چاہتا تو تم سب ہدایت یافتہ ہوتے اسی طرح عبداللہ بن وہب نے کتاب القدر میں بروایت ابوکلابہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالی نے اولاد آدم کو ان کی پیٹھ سے نکالا پھر جو اس کے داہنے ہاتھ میں تھے ان کو دائیں جانب پھینک کر کہا ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا ہے اور میں بے نیاز ہوں اور جو بائیں ہاتھ میں تھے ان کو بائیں جانب پھینک کر کہا ان کو میں نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور میں بے نیاز ہوں۔تب ان میں سے ہر ایک کے اعمال کو مقدر کر دیا اور کتاب بند کر دی اور علم الٰہی سے قلم خشک ہو گیا۔(جو ہونا تھا ہو چکا) آیتِ مسطورہ بالا کی تفسیر میں اور بھی بہت سی روایات ہیں مگر ان میں سے بعض، دیگر بعض کی کسی قدر مخالف ہیں۔چنانچہ بعض سے تو یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ اولادِ آدم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیٹھوں سے یعنی بعض کو بعض سے نکالا اور بعض روایات میں محض آدم علیہ السلام ہی کی پیٹھ سے نکالنا مذکور ہوا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ جس طرح روز میثاق میں ان سے ربوبیت کا عہد لیا گیا تھا اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک ایسی فطرت پر پیدا کر دیا ہے کہ انہیں مخلوق ہونے کے بعد اس کی ربوبیت سے کچھ انکار نہیں ہوسکتا۔ اسی کا نام تقدیر سابق اور میثاق اول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برخلاف کسی کو نہ تو اب، اور نہ ہی روز قیامت کسی قسم کی حجت کرنے کا موقع ملے گا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ''فللہ الحجة البالغة،، کی رو سے سب پر خواہ کوئی مومن ہو یا کافر اتمام حجت کر دیا ہے۔

احتجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام

اس مقام پر اس حدیث کی تشریح نہایت ہی ضروری معلوم ہوتی ہے جو بروایت حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے اور مسئلہ قضاوقدر کے باب میں اہم سمجھی گئی ہے ''قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتج آدم وموسى فقال موسى يا آدم انت ابونا خيبتنا واخرجتنا من الجنة فقال له آدم انت موسى اصطفاك الله بكلامه وخط لك التوراة بيده اتلومني على امر قدرة الله علي قبل ان يخلقني باربعين سنة فقال النبي صلى الله عليه وسلم فحج آدم موسى فحج آدم موسى فحج آدم موسى،،۔

یعنی حضرات آدم وموسیٰ علیہما السلام میں گفتگو ہوئی اور ہر ایک نے حجت پکڑی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے آدم تو ہی ہمارا باپ ہے تو نے ہمیں جنت سے ناکام رکھا اور ہمیں وہاں سے نکلوایا۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا تو ہی موسیٰ ہے جس کو خدا نے ہمکلامی کا درجہ بخشا اور اپنے ہاتھ سے توریت لکھ کر تجھے عطا فرمائی۔ کیا تو مجھے ایک ایسے امر کی بابت ملامت کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ اس جواب پر) آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے (یہ جملہ آپ نے تین دفعہ ارشاد فرمایا)۔

واضح ہو کہ یہ حدیث ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اور اس کی تفسیر میں علمائے امت نے بہت سے اقوال بیان کئے ہیں۔ اور بعض ملاحدہ نے جو تقدیر اور مشیت الٰہی کے افعال انسانی پر عادی ہونے کے منکر ہیں اس حدیث کی اصلیت سے انکار کیا ہے حالانکہ یہ حدیث اصول محدثین کے مطابق ثابت ہے اور ہر ایک قرن میں علمائے امت نے اس کو قبول کیا ہے اور اس امر کی شہادت دی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی زبان حقائق ترجمان سے اس کا ارشاد فرمایا ہے اور بعض دیگر نے اس کی بے معنی تاویلیں کی ہیں مگر دشمنان خدا اور رسول کا ہمیشہ سے یہ قاعدہ رہا ہے کہ جب کوئی نص ان کے عقائد کے مخالف پڑا کرتی ہے تو اسی طرح یا تو اس سے انکار کر دیا کرتے ہیں یا اس کو خلاف مقصود کسی دوسرے مفہوم پر محمول کر لیا کرتے ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں نے

☆ حفظ من يسبقوك في مسير الحياة ممن عزل وحبس وقتل وامتحن وابتلي ونكب وصودر.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین میں رخنہ اندازیاں پیدا کر کے فرقے قائم کئے (خذلھم اللہ تعالی) لیکن اگر یہ منکرین حدیث کے مفہوم اصلی سے آگاہ ہوتے تو کبھی انکار نہ کرتے اور ان پر تکذیبِ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا الزام عائد نہ ہوتا۔

اس حدیث کی توجیہ میں علماء نے مختلف اقوال بیان کئے ہیں مگر ہمیں ان سب توجیہات کا ذکر کرنا ضروری معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کی وہ توجیہ جو صحیح ہے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ حدیث بادی النظر میں فرقہ جبریہ کی دلیل ہوسکتی ہے جو انسان کے نیک و بد اعمال کو تقدیر الٰہی پر حوالہ کر کے انسان کو مطلقاً بے قصور قرار دیتے ہیں اور وجہ استدلال یوں بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اپنے جرم کو تقدیر الٰہی پر حوالہ کر کے موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض کا جواب دیا۔ برخلاف اس کے معتزلہ قدریہ نے تو حدیث ہی کا انکار کر دیا کیونکہ انہیں کوئی صحیح جواب اپنے مسلک کے مطابق معلوم نہیں ہوا۔

یہ امر مسلم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام توحید ذات باری اور اس کے اسماء وصفات کی حقیقت کا کامل علم رکھتے تھے پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو ایک جرم کی بابت ملامت کرتے جس سے وہ توبہ کر چکے تھے اور وہ توبہ قبول بھی ہوگئی یا یہ کیسے ممکن تھا کہ آدم علیہ السلام اپنے جرم پر یہ عذر پیش کرتے کہ چونکہ تقدیر سابق میں ایسا لکھا تھا اس لئے مجھ سے سرزد ہوا کیونکہ ایسا صحیح مانا جائے تو شریعت کے تمام اوامر ونواہی کا بطلان لازم آتا ہے۔

بلکہ اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو ان کے جرم پر ملامت نہیں کی تھی بلکہ یہ ملامت اس مصیبت پر تھی جو آدم علیہ السلام کے جرم کی وجہ سے خود آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر عائد ہوئی۔ اور وہ مصیبت ان کا بہشت سے نکالا جانا تھا جس کا سبب وہی جرمِ آدم علیہ السلام تھا نہ کچھ اور.....اور جس کی وجہ سے ان کی اولاد بھی محروم رہی چنانچہ لفظ ''اخرجتنا،، (تو نے ہمیں جنت سے نکالا) اور لفظ ''خیبتنا،، (تو نے ہمیں محروم رکھا) سے یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے۔

گویا آدم علیہ السلام کا جواب یوں تھا کہ اے موسیٰ تیرا اس مصیبت پر ملامت کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ مصیبت تو میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی مقدر ہو چکی تھی۔ حاصل جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ملامت کرنا اس مصیبت کی وجہ سے تھا جو بسببِ جرمِ آدم علیہ السلام سب پر عائد ہوئی نہ اس جرم پر جس کا ارتکاب آدم علیہ السلام نے کیا تھا جس سے جبریہ فرقہ کی دلیل قائم ہو سکے۔

اور یہ مسلم ہے کہ گناہ اور معصیت کے عذر پر تو تقدیرِ سابق کو پیش نہیں کیا جاسکتا اور مصیبت پر پیش کیا جاسکتا ہے یعنی یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ میں نے جرم اس لئے کیا ہے کہ تقدیر میں ایسا لکھا تھا اور یوں کہنا صحیح ہوسکتا ہے کہ فلاں مصیبت کا وارد ہونا تقدیر سابق میں مقدر تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ بہت صحیح جواب ہے جو اس حدیث میں فرقہ جبریہ کے رد میں دیا جاسکتا ہے۔

بعض علمائے کتاب وسنت نے ایک اور بھی جواب دیا ہے جو بجائے خود مفید اور بامعنی ہے اور وہ یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جرم ومعصیت میں تقدیر سابق کو عذر میں پیش کرنا بعض مواقع پر تو نافع ہوا کرتا ہے اور بعض مواقع پر مضر۔ مثلاً اگر انسان سے گناہ سرزد ہوا اور توفیق الٰہی سے توبہ کر کے رجوع الی القدر کر گیا تو یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تقدیر سابق میں ایسا ہی لکھا تھا کیونکہ اس سے بھی ایک قسم کا اقرار ربوبیت اور اظہار عبودیت کا مفہوم پایا جاتا ہے لیکن ایسی حالت میں کہ ادھر تو گناہ کر رہا ہے اور ادھر بے باکانہ طور پر یوں کہہ رہا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ایسا ہی لکھا تھا تقدیر سابق کو اپنی بریت میں پیش کرنا ''عذر گناہ بدتر از گناہ،، کا مصداق ہے کیونکہ پہلی صورت میں اوامر نواہی شریعت کا عدم ضرورت ثابت نہیں ہوتا اور اس دوسری صورت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نیک وبد اعمال سب کچھ خدا کرواتا ہے بندہ کا درمیان کچھ تعلق نہیں حالانکہ یہ جواب شریعت حقہ کے بطلان کا مستلزم ہے۔ پس ایسی صورت میں تقدیر سابق کو عذر میں پیش کرنا مضر ہے کیونکہ یہ وہی غلط طریق ہے جو مشرکین نے اختیار کیا تھا اور کہا ''لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا،، (یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے آباؤ اجداد شرک نہ کرتے)۔ الغرض توبہ صحیح کے بعد عذر گناہ میں تقدیر سابق کو پیش کرنا تو صحیح ہے اور قبل از توبہ درست نہیں۔ اور آدم علیہ السلام نے بعد از توبہ ہی ایسا عذر کیا تھا جو ایک گونہ اظہار پر مبنی ہے اس لئے حدیث مسطورہ بالا کسی طرح محل اعتراض نہیں ہو سکتی۔

تقدیر ثالث

یہ وہ مقام ہے جب بچہ رحم مادر میں ہوتا ہے اور اس کی سعادت وشقاوت اور عمر ورزق وغیرہ حالات مقدر کئے جاتے ہیں اس کے ثبوت میں مختلف احادیث وارد ہو چکی ہیں۔

بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ مخبر صادق جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''ان احدکم یجمع خلقه فی بطن امه اربعین یوما ثم یکون فی ذلک علقة مثل ذلک ثم یکون فی ذلک مضغة مثل ذلک، ثم یرسل الله الیه الملک فینفخ فیه الروح ویومر باربع کلمات یکتب رزقه واجله وعمله وشقی اوسعید، فوالذی لااله غیره ان احدکم لیعمل علی عمل اهل الجنة حتی مایکون بینه وبینها الاذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعض اهل النار فیدخلها وان احدکم لیعمل بعمل اهل النار حتی مایکون بینه وبینها الاذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل الجنة فید خلها متفق علیه،،

حاصل یہ ہے کہ رحم مادر میں چالیس دن تک نطفہ میں انقلاب ہو کر علقہ (خون بستہ) بن جاتا ہے۔ پھر چالیس دن میں مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) بن جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو حکم ہوتا ہے کہ اس بچہ کی روزی عمر۔ عمل۔ سعادت وشقاوت لکھ دے اس وحدہ لاشریک کی قسم ہے کہ کوئی شخص اہل جنت کے اعمال صالحہ کر رہا ہوتا ہے حتی کہ اس کے جنت میں داخل ہونے

☆اعلم ان الشدائد تفتح الاسماع والابصار وتحیی القلب وتردع النفس وتذکر العبد وتزید الثواب.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے (یعنی بہت قریب ہو جاتا ہے) کہ تقدیر الٰہی (جو رحم مادر میں مقدر ہوئی تھی) اس پر غالب آ کر اس کو جہنم میں گرا دیتی ہے اور اسی طرح کوئی شخص اہل جہنم کے اعمال قبیحہ کر رہا ہوتا ہے حتی کہ اس کے جہنم میں داخل ہونے میں صرف ایک ہاتھ کا فرق رہ جاتا ہے کہ تقدیر الٰہی اس پر غالب آ کر اس کو جنت میں داخل کر دیتی ہے۔

اور صحیح مسلم میں بروایت حذیفہؓ بن اسید مروی ہے۔''قال صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الملک علی النطفة بعد ماتستقرفی الرحم باربعین اوخمس واربعین لیلة فیقول یارب اشقی ام سعید فیکتبان فیقول ای رب اذکر ام انثی فیکتبان ویکتب عملہ واثرہ اجلہ ورزقہ فلا یزاد فیھا ولاینقص،،۔

یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نطفہ پر فرشتہ چالیس یا پینتالیس دن کے بعد آتا ہے اور کہتا ہے کہ خدایا! اس کو نیک بخت لکھوں یا بد بخت؟ سو جیسا ہو لکھا جاتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے خدایا! مذکر لکھوں یا مؤنث سو جیسا ہو لکھا جاتا ہے بعد ازاں اس کے اعمال اور عمر اور روزی کو لکھا جاتا ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

اور عبداللہ بن عمرو ابن عاص کی روایت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں''لیسئل الملک عندذلک فیقول یارب اسقط ام یتم فیبین لہ ثم یقول یارب اواحد ام توام اسقط ام یتم ثم یقول اقطع رزقہ مع خلقہ فیقضیھماجمیعا فوالذی نفس محمد بیدہ لاینال الاماقسم لہ یومئذ اذا اکل رزقہ قبض،،یعنی چالیس دن نطفہ کے رحم مادر میں قرار پکڑنے کے بعد فرشتہ بارگاہ رب العالمین میں سوال کرتا ہے کہ خدایا! یہ بچہ ادھورا پیدا ہوگا یا پورا؟۔ اللہ تعالی اس امر کو بیان فرما دیتا ہے۔ پھر فرشتہ کہتا ہے کہ خدایا! ایک ہی ہوگا یا جفت؟ اللہ تعالی اس بات کو بھی بیان فرما دیتا ہے پھر کہتا ہے کہ خدایا! اس کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی روزی کا فیصلہ کر دے چنانچہ اللہ تعالی ہر دو امر کا فیصلہ کر دیتا ہے خدائے وحدہ، لاشریک کی قسم ہے کہ انسان وہی کچھ پاتا ہے جو اس کے لئے اس دن مقدر ہو چکا ہے سو جب وہ شخص اپنی روزی کو پورا کر لیتا ہے تو روح اس کی قبض کر لی جاتی ہے یعنی مر جاتا ہے

اور مسند امام احمد میں بروایت ابی الدرداؓ مروی ہے قال فرغ اللہ عزوجل الی کل عبدمن خمس من اجلہ ورزقہ ومضجعہ واثرہ وشقی ام سعید،،۔یعنی اللہ تعالی ہر ایک شخص کے متعلق پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے۔ مدت عمر۔ روزی۔ جائے دفن۔ اعمال۔ سعادت وشقاوت۔ اور بروایت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا''السعید من سعد فی بطن امہ، ،یعنی سعادت مند وہ شخص ہے جو ماں کے پیٹ ہی میں سعادت مند ہوتا ہے یعنی نطفہ سے علقہ ہونے تک اللہ تعالی فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ وہ بچہ کو سعید یا شقی لکھ دے۔ اس امر کی تصدیق کہ رحم مادر میں بچہ کی مذکورہ بالا پانچ چیزوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے بہت سی اور احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے ہم نے بخوف طوالت بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا ہاں بعض روایات کے الفاظ بعض دیگر روایات سے کچھ مختلف ہیں مگر یہ امر قابل ذکر ہے کہ فرشتہ جو مذکورہ بالا پانچ چیزوں کو لکھتا ہے اور ہے اور جو فرشتہ روح پھونکتا ہے وہ اور ہے (جو ایک سو بیس دن کے بعد بچہ میں نفخ روح کرتا ہے) یہ امر بہت سے لوگوں پر مخفی رہا ہے اس لئے انہوں نے چالیس اور ایک سو بیس دن کی روایات میں تعارض خیال کیا حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں۔

تقدیر رابع

یہ تقدیر لیلۃ القدر میں واقع ہوئی ہے اور اس کی ضرورت پر قرآن مجید ناطق ہے ''انا انزلنہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم،،۔یعنی ہم نے قرآن مجید کو برکت والی رات میں نازل کیا بیشک ہم عذاب سے ڈراتے ہیں اس مبارک رات میں ہر ایک امر جو عین حکمت پر مبنی ہوتا ہے کی علیحدہ علیحدہ تفصیل کی جاتی ہے.....یہ امر کہ وہ رات لیلۃ القدر ہی ہے۔آیہ ''انا انزلناہ فی لیلۃ القدر،، سے ثابت ہے اور جن لوگوں نے نصف شعبان کی رات کو خیال کیا ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔بروایت ابن عباسؓ مروی ہے ''یکتب من ام الکتاب فی لیلۃ القدر مایکون فی السنۃ من موت وحیوۃ ورزق ومطر حتی الحجاج،،یعنی لوح محفوظ سے لیلۃ القدر میں تمام ان حوادث اکو مقدر کیا جاتا ہے جو سال بھر میں ہونے والے ہوں حتی کہ یہ بھی لکھا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص حج کرینگے اور بروایت مقاتل مروی ہے ''یقدر اللہ فی لیلۃ القدر امر السنۃ فی بلادہ وعبادہ الی السنۃ القابلۃ،،یعنی اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر میں سال بھر کے امور اپنے شہروں اور بندوں میں اندازہ لگا دیتا ہے۔

تقدیر خامس

تقدیر خامس کی ضرورت پر بھی قرآن مجید ناطق ہے حیث قال سبحانہ وتعالیٰ ''﴿کل یوم ھو فی شان﴾،،حاکم نے اپنی صحیح میں بروایت عبداللہ بن عباسؓ روایت کیا ہے۔''ان مما خلق اللہ لوحاً محفوظاً من درۃ بیضاء وفتاہ من یاقوتۃ حمراء قلمہ نور وکتابہ نور ینظر فیہ کل یوم ثلثمآۃ وستین نظرۃ ففی کل نظرۃ منھا یخلق ویرزق ویحیی ویمیت ویعز ویذل ویفعل مایشاء فذلک قولہ ﴿کل یوم ھو فی شان﴾،،یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں لوح محفوظ بھی ہے جو سفید موتی سے بنائی گئی ہے جس کے ہر دو کنارے سرخ یاقوت سے ہیں اور اس کا قلم نور سے اور اس کی کتاب بھی نور سے پیدا کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ اس پر ہر روز تین سو ساٹھ دفعہ اپنی نظر ڈالتا ہے اور اس کی ہر ایک نظر میں پیدائش۔روزی۔زندہ کرنا۔مارنا۔عزت دینا۔ذلیل کرنا وقوع میں آتا رہتا ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول ''کل یوم ھو فی شان،، کی یہی صحیح تفسیر ہے۔.....(جاری ہے)

☆اکثر مایخاف لایکون وغالب مایسمع من مکروہ لایقع وفی اللہ کفایۃ وعدم رعایۃ ومنہ العون .☆

© rasailojaraid.com